Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005
ISSN Online 2790-9972
VOL 6, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com
dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر ابو بکر صدیق راٹھور
لیکچرر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

کورونا وبا میں تخلیق شدہ نظم کا نفسیاتی مطالعہ (ادبی جرائد کے خصوصی وبا نمبر کے حوالے سے)

Dr. Abu Bakar Saddique Rathore
Lecturer Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad

Psychological Study Of The Poem Created In The Corona Epidemic

Every literature is a reflection and interpreter of its era. Regional and global stimuli influence the creation of literature.In the last years of the second decade of the 21st century, the Corona epidemic affected the world. This fear of the plague paralyzed human life and psyche. Fear of the end of life and the system of life began to grow. Fear of helplessness and helplessness gave rise to new topics. Urdu literature also accepted these effects of the epidemic.These feelings and emotions began to be expressed in poetry and prose by the creators.Writers and poets have played their part in alleviating the suffering caused by the destruction of the human mind through their creations. It began to be mentioned in the genres of poetry and prose. The trend of expression in the genre of poetry in Urdu literature has been on the rise for the last few decades and this trend continued even in the days of the epidemic. Literary magazines such as "Zauq" and "Dunya Zad" published special epidemic issues. This article contains a psychological study of the poems included in these magazines.

Key Words: Psychological study, Corona epidemic, Disasters, Poem, Philosophy, genres, poetry

کلیدی الفاظ : نفسیاتی مطالعہ، کورونا وبا، تباہی، نظم، فلسفہ، اصناف، شاعری

ہر عہد کے ادب کو اس کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات نے متاثر کیا ہے۔ تاریخ ادب عالم کا مطالعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں تخلیق ہونے والا ادب نہ صرف "زبان و بیان" کا نمائندہ ہے بلکہ ہر اس فکری و ثقافتی پس منظر کا بھی حامل ہے جو اس خطے سے تعلق رکھتا ہے ۔

مقامی و بین الاقوامی سطح پر تاریخ انسانی کے واقعات نے ادب کے موضوعات اور اسلوب کو متاثر کیا۔ جہاں علاقائی اور مقامی سطح پر ہونے والے واقعات ادب کو متاثر کرتے آئے ہیں وہاں ادب اور ادیب کا ایسے کسی بھی سانحے سے بچ نکلنا ممکن نہ تھا کہ جس کی نوعیت عالمی سطح کی تھی۔ اکیسویں صدی کا آغاز دنیا بھر میں نئی جنگوں اور ان کے مسائل کے ساتھ ہوا۔ عالمی معیشت اور سیاست کے ایوانوں میں ہونے والی تبدیلیوں نے سوچ و فکر کو نئی راہیں دکھائیں۔ ان حالات اور ان کے اثرات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ دنیا کی تمام زبانوں کا ادب متاثر ہوا۔ فرق صرف اتنا رہا کہ کہیں پر یہ اثر مکمل صورت میں ظاہر ہوا تو کہیں پر جزوی طور پر لیکن ان سب کے برعکس رواں صدی کی دوسری دہائی کے آخری سالوں میں

عالمی سطح پر پھیلنے والی وبانے دنیا بھر کے نظام کو متاثر کیا ۔

2019ء کے آخر میں چین کے ایک شہر سے اٹھنے والی وبا آہستہ آہستہ پوری دنیا میں پھیل گئی۔اس وبا اور اس کے متاثرین کے متعلق شروع کے ایام میں قائم کیے جانے والے اندازے غلط ثابت ہوئے۔وہ وبا کہ جس کا مرکز صرف ایک شہر سمجھا جا رہا تھا اور اس شہر میں لاگو کی جانے والی پابندیوں کو صرف اس شہر تک ہی محدود سمجھا جا رہا تھا، غلط ثابت ہوا کورونا وبا نے "لاک ڈاؤن" اور "سماجی فاصلے" کی نئی اصطلاحات متعارف کروائیں۔سب سے پہلے متاثرہ شہر میں نقل و حرکت پر پابندی عائد کی گئی۔سماجی فاصلے اور میل جول کے اصول وضع کیے گئے۔متاثرہ شہروں سے سیکڑوں میل دور کی مسافت پر رہنے والے انسان کے لیے "لاک ڈاؤن" اور "سماجی فاصلے" کی اصطلاح کو سمجھنا ممکن نہ تھا۔ان دو اصطلاحات کے بعد سب سے اذیت ناک اصطلاح "قرنطینہ" کے نام سے متعارف کروائی گئی۔انسان جیسے معاشرتی حیوان کے لیے قید تنہائی یا احساس تنہائی کسی عذاب سے کم نہ تھی ۔

کورونا وبا نے جہاں دنیا کے سماجی و معاشی نظام کو متاثر کیا وہیں پر ان سماجی و معاشرتی مسائل کی صورت میں عام آدمی پر اثر انداز ہونے والے عوامل ادب میں موضوع بنے۔شعرا نے انسانی زندگی کے مسائل اور احساس و جذبات کی نمائندگی کرتے ہوئے ان موضوعات کو برتا۔سوشل میڈیا اور رسائل و جرائد میں وبا کے موضوعات کو بیان کرتی تخلیقات نے ایک نئے بیانیے کو جنم دیا۔ڈاکٹر اسحاق وردگ لکھتے ہیں:

"پاکستان میں وبا داخل ہونے کے بعد زیادہ تر معاصر شعرائے کرام نے ہی نظم، قطعات اور غزلیات کی اصناف میں کرونا کے اثرات کو مختلف زاویوں سے تخلیقی رنگ دیا۔ممکن ہے آئندہ چند مہینوں میں کرونا اردو افسانوی ادب میں بھی بطور موضوع شامل ہو۔تاہم شاعری میں یہ ایک تخلیقی رجحان کے طور پر سینیئر شعراء کی شاعری میں وبائے عام پر ادب تخلیق ہو رہا ہے(1) "

امریکی نفسیاتی تحقیقاتی ادارے کے مطابق کورونا نے ذہنی دباؤ، بے چینی اور خودکشی کے رجحانات میں اضافہ کیا۔اپنے ایک تحقیقی مضمون میں انھوں نے لکھا کہ

"The coronavirus pandemic is an epidemiological and psychological crisis. The enormity of living in isolation, changes in our daily lives, job loss, financial hardship, and grief over the death of loved ones has the potential to affect the mental health and well-being of many" (2)

معاشرتی مسائل اور پابندیوں نے انسان کو اس کی بے بسی اور لاچارگی کا احساس دلایا۔وہ انسان جو آزاد منش اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا دعویدار تھا، تنہا ہو کر رہ گیا۔اپنوں سے دوری اور بچھڑ جانے کے خوف نے اس احساس کو مزید بڑھا وا دیا۔بین الاقوامی سفری پابندیوں نے ہر کسی کو اپنی اپنی جگہ محصور اور قیدی کر دیا۔مشتاق عاجز انسانی بے بسی کا ماتم اپنی نظم میں کرتے ہیں:

وہ اپنے کمرے میں تھا مقید
وہ قید تنہائی اور
ماضی کی میٹھی یادیں
نقاب اوڑھے، وہ ایک چہرہ
ادھوری تصویر اور
وبا کے مقابلے پر نحیف انساں
وہ چاہتا تھا کہ جیتے جی ہی
ادھوری تصویر پوری کر لے
کسی کا چہرہ، کوئی بھی چہرہ
کہ جن کی قربت میں
اپنے جیون کا ایک حصہ وہ جی چکا تھا

انھی میں سے کوئی ایک چہرہ
ہی پینٹ کر دے
مگر وہاں بھی تو
سارے چہرے نقاب میں تھے
وہاں بھی آنکھیں دکھائی دیتی تھیں
باقی چہرے ڈھکے ہوئے تھے(3)

انسان کی بے بسی اور لاچارگی کا عنصر جہاں شاعری میں بطور موضوع وبا کے خاص تناظر میں پھر سے ایک بیانیہ بن کر سامنے آیا وہیں پر اس بے بسی اور لاچارگی کے ساتھ ساتھ خوف کی کیفیت اور نفسیات نے زندگی کی اذیتوں میں اضافے کی شدت کو بڑھایا۔ لحہ بہ لحہ کسی اپنے کو خود سے دور جاتے دیکھنا ایک اذیت ناک مرحلہ سہی لیکن اس سب سے بڑھ کر وہ اذیت کہ بے بسی کے مارے، موت کی طرف قدم قدم بہ قدم بڑھتے پیارے کے قریب تک جانے کی اجازت نہیں ۔

بیماری کے ساتھ ساتھ تنہائی اور اس تنہائی میں کچھ بھی ہو جانے کا خوف۔ عالمی ادارہ صحت اور ماہرین کی ہدایات کے مطابق مریض کو تنہا کر دینا لازمی قرار دیا گیا۔ دنیا بھر میں وبا کے متاثرین کے لیے مراکز قائم کیے گئے۔ گھروں میں موجود مریضوں کو اہل خانہ سے دور رہنے کی ہدایات جاری کی گئیں۔ فرخ ضیاء اس متعلق لکھتے ہیں:

"اس خوف وہراس کے ساتھ جو سارے میں پھیلا ہوا ہے، افراد اور بیماری سے جو نجھتے ملکوں کی اور دیکھ کر اس وبا سے نپٹنے کے لیے طریقہ کار اپنا کر اپنے اپنے اسباق سیکھ رہے ہیں۔ نہ صرف بیماری کا سامنا کرنے کے لیے بلکہ تنہائی کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی(4) "

اپنوں سے دوری اور تنہائی جو کبھی درد اور دکھ کا سبب تھی اب وہی تنہائی اور دوری محفوظ زندگی کی علامت بن گئی۔ انسان سے انسان کی قربت جہاں سماجی اور معاشرتی سطح پر مضبوط اور خوش و خرم زندگی کی ضمانت تھی، وبا کے خوف نے اس کو مصیبت اور عذاب بنا دیا۔ اپنوں سے دوری کو عافیت جانا گیا۔ ڈاکٹر فاطمہ حسن نظم "اب ہم محفوظ ہیں" میں لکھتی ہیں

محفوظ ہیں ہم
اپنے گھروں میں
پناہ گاہوں میں
تنہائی میں
اور آدمی سے دوری میں

- - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - -

محفوظ ہوں اب
اپنی ذات کی پناہ گاہ میں
مطمئن ہوں کہ میری موت
طبعی ہو گی اپنے گھر میں(5)

اپنون سے دور رہنے کی مجبوری اور خوف کا اظہار نیلیم کمار کی نظم "کورونا کے بیار کی محبت میں" میں ملتا ہے۔ محبت ہے کہ اپنانے اور چھو لینے کی خواہش لیے مچلتی ہے لیکن خوف ہے کہ دور رہنے پر مجبور کرتا ہے ۔

وہ دو ہاتھ جو میں نے تھام لیے تھے
جس لمحے ہم ملے تھے
وہ دو ہاتھ جن کو ہم بھول گئے تھے

ملنے کے بعد کہ وہ ہاتھ کس کے ہیں

ان دو ہاتھوں نے مجھے چھونے سے منع کر دیا

میرے دو ہاتھ بھی ڈرے ہوئے تھے(6)

شہر ویران ہونے لگے۔ ہنستی گاتی زندگی نے موت کی خاموشی اوڑھ لی۔ اپنوں سے دور ہوتی زندگی اداس ہونے لگی۔ زندگی کی خواہش بوجھ بن گئی۔ خود کو زندہ رکھنے کے لیے خود ہی کوششیں کی جانے لگیں کہ باہر کی دنیا میں زندگی کی تلاش مشکل ہو رہی تھی۔ سلمان ثروت کی نظم "قرنطینہ" ملاحظہ کیجیے:

زندگی میں یہ پہلا موقع ہے

کہ میرے اندر باہر ایک جیسا سناٹا ہے

چڑیوں اور بچوں کا شور بھی

اس سناٹے کو کم نہیں کر پا رہا

خود کو زندہ رہنے پر اکسانے کا عمل

اب روزانہ کی بنیاد پر کرنا پڑتا ہے(7)

تنہائی، بے بسی، دوری، لاچارگی اور ان چاہی زندگی کا خوف ہے کہ شاید اپنے اعمال کا کفارہ ادا کرنے کی نیت کہ انسانی نفسیات میں رحم اور محبت کے جذبے نے جنم لیا۔ معاشرتی حد بندیوں اور طبقاتی تقسیم سے نفرت کا اظہار ہونے لگا۔ بھوکے پیاسے اجسام آخر کار انسان کی قربت کی خواہش کرنے لگے۔ سماجی سطح پر قائم فاصلے اور انسانی تفریق کے فلسفوں کو رد کرنے کی خواہش کا اظہار ہونے لگا۔ وہ معاشرہ جو طبقاتی تفریق اور درجہ بندیوں پر اتراتا پھرتا تھا، اس درجہ بندی اور تفریق کے خاتمے کا پرچار کرنے لگا۔ انسان سے انسان کی اس دوری کو ماضی کی غلطیوں کی سزا سمجھا جانے لگا۔ معاشرے میں امن اور سکون کے لیے طبقاتی درجہ بندی کا خاتمہ لازمی قرار دیا جانے لگا۔ لوگوں میں شعور آنے لگا۔ شعراء کے ہاں اس کا اظہار ہونے لگا۔ بقول تنویر انجم:

آؤ وعدہ کریں

مل کے اک ساتھ آآؤ وعدہ کریں

آؤ وعدہ کریں

اب کبھی رنگ و مذہب کی تفریق کو

نسل کے یا زباں کے کسی فرق کو

برتری کی کسوٹی نہیں ماننا

)جو ہوا، سو ہوا، اب نہیں ماننا(

- - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - -

رزق جو خدا نے زمین کو دیا

سب میں تقسیم ہو

چاندنی اور برائی طرح سب کو یہ

ایک جیسا ہو

وہ جو منہ زور طاقت کا قانون تھا

اس میں ترمیم ہو!

جس کا جتنا بنے، وہ اسی کو ملے !
چند افراد کے
اک تعصب میں ڈوبے عمل کی سزا
یہ مناسب نہیں ہر کسی کو ملے (8)

انسانی نفسیات نے کروٹ بدلی۔ خواہشات اور زندگی کے معیارات بدلنے لگے۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ انسان کے ہر فیصلے، ہر لمحے اور ہر سوچ پر خوف اور دہشت کے اثرات نظر آنے لگے۔ زندگی سے بیزاری بڑھنے لگی۔ بقول خالد مصطفیٰ:

گھر مقفل ہوئے، حبس حد سے بڑھا، جی نہیں لگ رہا
ذہن و دل پر مسلط ہے خوف وبا، جی نہیں لگ رہا (9)

وہ تمام حرکات جو کبھی زندگی کی علامت تھیں، بدلنے لگیں۔ کل تک خوشی اور لطف سمجھے جانے والی محفلیں اجڑ گئیں۔ ان سے نظریں چرائی جانے لگی ۔

اب کے بے سود ہے ذکر ور خسار ولب، جام و مے کی طلب
چھیڑ ساز الم، درد کی لو بڑھا، جی نہیں لگ رہا (10)

زندگی سے اس بیزاری اور انسان دوری کے اصول پر جیے جانی والی زندگی نے ہر جاندار اور بے جان کو خوف کی تمثیل بنا کر رکھ دیا۔ انسان تو انسان، کسی بے جان کو چھونے سے بھی ڈر لگنے لگا کہ نہ جانے اس کو چھو لینا کیسا رہے۔ سلمان ثروت کے ہاں اسی خوف کا اظہار ملتا ہے ۔

کچھ ادھوی نظموں کو
یک دم امید سی ہو چلی تھی
لیکن میں کیا کروں
میں دن میں کئی بار ہاتھ دھوتا ہوں
اور ان نظموں پر پانی ڈال آتا ہوں (11)

زندگی بیزار ہو گئی، بے رونق ہو گئی، اداس ہو گئی اور خواہشات کی زمین بنجر۔ جہاں کبھی روزانہ خوشی اور رنگ کا سورج اگتا تھا، وہاں اب بے بسی، خفگی اور اداسی کی کائی جمنے لگی ۔

زندگی !
بر سر خواب و تعبیر آتی ہوئی زندگی !
آج معزول ہے ،
ربط معزول ہے ،
لمس معزول ہے
زندگی !
وقت کی تھاپ پر والہانہ تھرکتی ہوئی زندگی !
آج بیزار ہے ،
شوق بیزار ہے ،
جوش بیزار ہے (12)

عالمی ادارہ صحت اور مقتدر حلقوں کی جانب سے وضع کردہ اصول وضوابط اور سماجی فاصلے کے احکامات نے میل جول اور ملاقات پر پابندی عائد کرتے ہوئے زندگی کو بے کیف اور بے رنگ بنا کر رکھ دیا۔ایسے میں کسی فرد کی ان احکامات کی خلاف ورزی پر اسے قانون اور مقتدر حلقوں کے علاوہ معاشرتی سطح پر بھی اختلافات کا سامنا کرنا پڑتا۔ایسے کسی بھی فعل کا مرتکب خود کو مجرم سمجھنے لگتا۔زنگی کی تلاش یا زندگی کی طرف پلٹنے کو جرم قرار دیا گیا۔بقول مائل اے :

ہم بغیر احساس جرم کے
ریستورانوں میں اور فلم بینی کے لیے نہیں جا سکتے ۔
کوئی سماجی رابطہ نہیں
بغل گیری نہیں، بوسہ نہیں
یہ کوئی مذاق نہیں
اگر کھیل واپس بھی آ جائیں
تماشائیوں کی کرسیاں خالی رہیں گی
میں تو اس کووڈ19 سے عاجز آ گیا ہوں
میں جاتا ہوں، اپنے ہاتھ دھوتا ہوں(13)

کورونا کی وبا نے پوری دنیا کو معاشی بحران سے دوچار کیا اور ساتھ ہی اس کے نفسیاتی اثرات نے انسان کی صلاحیتوں کو بھی متاثر کیا۔عدم استحکام، بے یقینی اور تنہائی کے خوف نے معاشرتی، معاشی اور نفسیاتی سطح پر زندگی کو مفلوج کر دیا۔تاہم ادیبوں اور شاعروں نے اپنی تخلیقات سے ذہن انسانی کو ملنے والے کرب کے اظہار کی کوشش کی اور اس کوشش نے اردو زبان وادب کو فکر واسلوب کی نئی راہیں دکھلائیں ۔

حوالہ جات

1۔ اسحاق وردگ، ڈاکٹر، مضمون: وبائے عام اور اردو ادب۔۔۔ایک جائزہ، مشمولہ: خیال نامہ (آن لائن)، 25دسمبر، 2020ء

2 : https://www.apa.org/topics/covid-19/psychological-impact,10-05-2022,09:10 AM

3۔ مشتاق عاجز، نظم: ادھوری تصویر، مشمولہ: ذوق8، وبانمبر، اپریل 2021ء، اٹک، ص8

4۔ فرخ ضیاء، مضمون: دنیا میں کچھ گڑبڑ ہے، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص24

5۔ فاطمہ حسن، ڈاکٹر، نظم: ہم محفوظ ہیں، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص126

6۔ نیلیم کمار، نظم: کورونا کے بیمار کی محبت میں، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص174

7۔ سلمان ثروت، نظم: قرنطینہ، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص136

8۔ تنویر انجم، نظم: آؤ وعدہ کریں، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص131

9۔ خالد مصطفٰی، ذوق وبانمبر، ص9

10۔ ایضا

11۔ سلمان ثروت، نظم: قرنطینہ، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص137

12۔ سلمان ثروت، نظم: زندگی اور میں، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص137

13۔ مائل اے، نظم: کووڈ19 کے بارے میں ایک نظم، مترجم: تنویر انجم، مشمولہ: دنیازاد، وبانمبر، ص146